قرآن کے مخاطب اول عرب ہی کیوں ہوئے

عرب میں نبیٔ خاتم کی بعثت اور اس کے اسباب

(از مولانا قمرالدین صاحب اصلاحی استاذ جامعہ الٰہیات کانپور)

(۱)

آخری دستور حیات جو قرآن کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مخاطب اول عرب کیوں قرار پائے؟ ایک سوال ہے جو مختلف پہلوؤں سے بحث طلب ہے۔ ہم سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن میں اخلاقی اعتبار سے کونسی قوم تھی جو اس امانت کو اپنے کندھوں پر اٹھا سکتی تھی۔

اخلاقی تفوق و امتیاز زمانہ نزول قرآن میں روئے زمین پر جتنی قومیں آباد تھیں ان کی تاریخ اخلاق پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اُس وقت دنیا کی کوئی قوم، فطری صلاحیت کے اعتبار سے اہل حجاز کے ہمدوش نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی لئے یہ امانت اول اول انھیں کو سپرد کی گئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو قومیں برسر اقتدار اور تہذیب و تمدن کی علمبردار تھیں۔ اُن کے اخلاق کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو عربوں کے مقابل میں انھیں فروتر پاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ تہذیب و تمدن میں ایران و روم اپنی آپ نظیر تھے لیکن ان خوبیوں سے وہ یکسر محروم تھے جو امانت الٰہی کے حامل ہونے کے لئے ناگزیر تھیں۔ اس وقت اقوام عالم میں کوئی قوم اگر اس دولت گرانمایہ سے مالامال تھی تو وہ قوم عرب تھی۔

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اس بار گراں کے اُٹھانے کے لئے عربوں کا انتخاب اس لئے تو نہیں ہوا کہ وہ اس زمانہ میں چونکہ اخلاقی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے گرے ہوئے تھے۔ اس لئے شریعت غرّا کا اعجاز ظاہر کرنے کے لئے ایسی پست قوم منتخب کی گئی ـــــ یہ کہنا عقل اور تاریخ کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ نااہلوں کو اتنی بڑی ذمہ داری دینا مصلحت الٰہی کے منافی ہے۔ ہمارا اذعان ہے کہ قدرت کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ کسی کو یوں ہی کسی منصب سے نہیں نوازا کرتی۔ اور نہ بلا وجہ کسی قوم کو کسی منصب سے معزول کرتی ہے۔ دنیا کے اسٹیج پر بہت سی قومیں آئیں۔ ایک خاص زمانہ تک ان کے رعب و دبدبہ کا سکہ دنیا پر چھایا رہا۔ لیکن جب اصلاح کی جگہ افساد، تعمیر کی جگہ تخریب، رحم و انصاف کی جگہ ظلم و عدوان نے لے لی اور جب زمین کا گوشہ گوشہ ان کی بدعنوانیوں

سے ہیچ اُٹھا تو دستِ قدرت نمودار ہوا اور دنیا سے ان کا نشان مٹا دیا۔ بنی اسرائیل کی منصب نبوت سے معزولی اور پھر اُن کی جگہ بنی اسماعیل کو منصب نبوت اور امامت کبریٰ سے سرفراز کرنا امر اتفاقی نہ تھا۔ بلکہ اُن میں اسباب و دواعی کار فرما تھے اور کیوں نہ ایسا ہو جبکہ یہ عالم ہی عالمِ اسباب و علل ہے۔ لو ضروری ہوا کہ عربوں کے حاملِ قرآن ہونے کا بھی کوئی سبب ہو۔ ہمارے نزدیک گوناگوں اسباب میں سے، جن پر آگے چل کر ہم تھوڑی بہت روشنی ڈالیں گے، ایک قوی سبب، دیگر اقوام کے مقابل میں اُن کے اخلاق کا تفوق و امتیاز ہے۔ ان میں کچھ ایسے ممتاز اخلاقی اوصاف تھے جو دوسری قوموں کے یہاں یکسر مفقود تھے۔ مثلاً شجاعت و بہادری، سخاوت و فیاضی، ایثار و قربانی، شرم و حیا، غیرت و خودداری، عزت و ناموس کی حفاظت، کذب سے نفرت، حق و صداقت سے الفت، فطرت کی سادگی وغیرہ۔ اب آئیے! اُن کی ان خوبیوں پر کچھ اور تفصیلی نگاہ ڈالئے۔......

شجاعت شجاعت و بہادری عربوں کا سرمایہ حیات تھی۔ اہل عرب ایسے بہادر تھے کہ اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ان کی شہامت و دلیری کی داستان سے ان کا لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ مثال کے طور پر دو شعر ملاحظہ ہوں

اکر علی الکتیبۃ لا ابالی افیھا کان حتفی ام سواھا

میں دستۂ فوج پر حملہ آور ہوا کرتا ہوں بغیر اس کی پرواہ کئے کہ آیا اس میں میری موت ہوگی یا نہ ہوگی

ولی نفس تتوق الی المعالی ستتلف اوابلغھا مناھا

میرا نفس معالی و بلندیوں کا شائق ہے۔ (اس راہ شوق میں) یا تو وہ ہلاک ہو جائے گا یا اپنی آرزوؤں کو پالے گا

سخاوت ان کی غایت درجہ نمایاں خوبی فیاضی تھی۔ وہ یہی نہیں کہ فیاض تھے بلکہ مشہور عالم فیاض تھے اُن کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فیاضی اُن کے خمیر میں داخل تھی۔ حاتم طائی جیسا عدیم المثال فیاض سرزمین عرب ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ دولت کے بارے میں حاتم کا خیال اُسی کی زبانی سنئے۔

اماوی ان المال غاد و رائح ویبقی من المال الاحادیث والذکر

ماویہ! مال آنے جانے والی چیز ہے۔ اور مال سے جو شہرت اور ذکر خیر انسان کو حاصل ہوتا ہے، وہی باقی رہتا ہے

لقد علم الاقوام لو ان حاتما اراد ثراء المال کان لہ وفر

لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ اگر حاتم مال جمع کرنا چاہتا تو بہت زیادہ جمع کر لیتا

یفک بہ العانی ویاکل طیبا ویحفظ عرضا ان ھذا ھو الفخر

دلیکن وہ ایسا نہیں کرتا)، بلکہ مال کے ذریعہ قیدیوں کو آزاد کرتا ہے، اچھا کھاتا ہے اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے اور یہی قابلِ فخر چیز ہے۔

فیاضی کے بغیر وہ اپنی زندگی کو موت سمجھتے تھے۔ بخل اُن کی سوسائٹی میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا

جاتا تھا۔ اشعار و خطبات عرب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دولت کے طالب تھے تو اس لئے کہ اہل حق کے حقوق ادا کریں اور اسی لئے وہ شہروں کی خاک چھانتے تھے۔ تجارت میں ان کی سرگرمی سرمایہ داری و ثروت پرستی کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ اقوام عالم کو فیاضی کا سبق دینے کے لئے تھی۔ یہ بات پورے دعوی کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کی تاریخ فیاض عربوں کا ثانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس باب میں ایسی ایسی مثالیں نظر کے سامنے آتی ہیں جن سے عقل پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک ناقابل فراموش واقعہ ہدیۂ ناظرین ہے ——— کلام عرب کے مطالعہ کرنے والے حجیۃ بن مضرب کے نام سے ناواقف نہ ہوں گے ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک عورت اس کے چچا زاد بھائیوں کے یہاں پیالے میں کوئی چیز لے جا رہی تھی۔ حجیۃ نے دیکھ لیا۔ پوچھا "یہ کیا لے جا رہی ہو؟"

عورت نے جواب دیا "تمہارے فاقہ مست بھائیوں کے لئے کھانے کی کچھ چیز ہیں"

یہ سننا تھا کہ حجیۃ کی رگ حمیت جوش سے بھر گئی، جذبہ فیاضی ابھر آیا۔ فوراً خادموں کو حکم دیا کہ میرے اونٹ میرے بھائیوں کے پاس پہنچا دو۔ ان کی یہ ذلت میرے لئے ناقابل برداشت ہے، اس بے دریغ فیاضی پر حجیۃ کو اس کی بیوی روکتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے روٹھ جاتی ہے مگر حجیۃ کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اپنی بیوی کو ڈانٹ دیتا ہے ....

ایثار کسی مال دار کا اپنے غریب بھائی کی اعانت کرنا بلا شبہ محمود وصف ہے لیکن اس سے بڑھ کر خوبی یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورتوں کو ترجیح دی جائے اور اُن کی حاجت روائی کی جائے۔ خود فاقہ کرے لیکن اپنے بھائی کو فاقہ سے بچانے کے لئے اپنی دولت قربان کر دے۔ اسے ایثار کہتے ہیں عربوں میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں ایک محمود اور نمایاں وصف یہ بھی تھا۔ حاتم طائی کا قصیدہ اس کی بہترین مثال ہے۔

غیرت و خودداری غیرت و خودداری میں عربی قوم ضرب المثل ہے۔ ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔

واعرض عن مطاعم قد اراھا ۔۔۔ واترکھا وفی بطنی انطواء

اور میں ان کھانوں سے (جن کے کھانوں میں ننگ و عار ہو) منہ پھیر لیتا ہوں اور اُن کو چھوڑ دیتا ہوں درآنحالیکہ میرے پیٹ میں (شدۂ گرسنگی سے) آنتیں پیچ و تاب کھاتی ہیں۔

فلا وابیك ما فی العیش خیر ۔۔۔ ولا الدنیا اذا ذھب الحیاء

پس میں ہرگز نہ ایسا کھانا کھاؤں گا۔ تیرے باپ کی قسم! جب حیا و شرم جاتی رہے تو نہ زندگی میں بھلائی ہے اور نہ دنیا میں۔

عزت وناموس کے بغیر جینا کوئی نہیں پسند کرتا۔ لیکن ایک عرب کے متعلق اس کے بغیر جینے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس وصف میں بھی کوئی قوم اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ایک عرب فقر و فاقہ کی زندگی کو جو عزت کے ساتھ ہو، اس زندگی پر ترجیح دیتا جو ذلت و رسوائی کے ساتھ ہو، وہ انسان ایک عرب کی نگاہ میں دو کوڑی کا ہے جس کا جسم زرق برق لباس سے تو آراستہ ہو۔ لیکن اس کی عزت وناموس کا دامن داغدار ہو۔ اس کے مقابل میں وہ شخص اس کی نگاہ میں عزیز ہے جس کی عزت وناموس بے داغ ہو۔ ملاحظہ ہو۔

اذا المرء لم یدنس من اللؤم عرضه فکل رداء یرتدیه جمیل

جب آدمی کی عزت وآبرو کا دامن کمینگی سے داغدار نہ ہو تو جو چادر بھی وہ پہن لے اسے زیب دے گی

دوسرا کہتا ہے :—

اصون عرضی بمال لا ادنسه لا بارك الله بعد العرض فی المال

میں اپنی آبرو کو ایسے مال کے ذریعہ بچاتا ہوں جس کو (نجاست بخل سے) ناپاک نہیں کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آبرو جانیکے بعد مال میں برکت نہ دے

احتال للمال ان اودی فاکسبه ولست للعرض ان اودی بمحتال

اگر مال ضائع ہو جائے تو اس کے حاصل کرنے کی تدبیر کرتا ہوں اور اسے حاصل کر لیتا ہوں اور اگر عزت وآبرو جاتی رہے تو اُس کے حصول کی کوئی تدبیر نہیں کرتا (کیونکہ وہ جا کے پھر نہیں آتی)

صداقت قول وفعل میں صداقت ایک اعلیٰ صفت ہے اور اس میں بھی عرب اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خدائے واحد کی طرف دعوت دی تو انھوں نے اس کی نہایت شد و مد سے مخالفت کی اور اس کی صحت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن فی نفسہ آپ کے اخلاق وکیرکٹر پر کسی نے نہیں حملہ کیا۔ بلکہ بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں وہ آپ کی صداقت و دیانت کا اعتراف کرتے ہیں۔ ابوجہل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا حضرت علی کی روایت ہے کہ میں نے اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ کہہ رہا تھا "انا لا نکذبك بل نکذب ما جئت به" (ہم تم کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن تمہارا دین نہیں مانتے)۔

جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا "اے ابوجہل یہ بات تو نہیں ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹا اور خائن سمجھتے ہو" وہ جواب دیتا ہے "ہرگز نہیں"، لیکن تمھیں بتاؤ؟ اگر لواء و سقائت اور تمام عزت کی چیزیں بنی قصی ہی کے ہاتھ آجائیں گے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا"

ابوسفیان جو فتح مکہ سے پہلے آپ کی دعوت کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ جب اس سے قیصر روم پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرتا ہے۔ تو ابوسفیان کے لئے موقع تھا کہ غلط بیانی سے کام لے اور قیصر روم کو غلط فہمی میں مبتلا کر دے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک حالات بیان کر دیتا ہے۔ ہرقل و ابوسفیان

کا سوال و جواب ملاحظہ ہو :-

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ شریف ہے۔

قیصر۔ اس کے خاندان میں کسی اور نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر۔ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر۔ جن لوگوں نے اس کے دین کو اختیار کیا ہے غریب ہیں یا صاحب ثروت؟

ابوسفیان۔ کمزور و غریب لوگ ہیں۔

قیصر۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

ابوسفیان۔ بڑھ رہی ہے۔

قیصر۔ اپنی پوری زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے یا نہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر۔ اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان۔ کہتا ہے ایک خدا کو مانو، نماز پڑھو، سچ بولو، عفیف بنو، اہل قرابت کا حق ادا کرو۔

یہ چند واقعات جن کی طرف ہم نے اجمالی اشارہ کیا ہے۔ عربوں کے صادق القول ہونے پر حجت قاطعہ ہیں۔ کیونکہ اپنے مخالف کے فضل کا اعتراف اور اس کے خلاف غلط بیانی کا موقع پا کر ایسا نہ کرنا اعلیٰ اخلاق اور کامل صداقت ہی کی بنا پر ہو سکتا ہے۔

ایفاء عہد ایفاء عہد میں بھی انھیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ جس سے جو عہد کر لیتے تھے اس سے مکرنا جانتے ہی نہ تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے:-

انی اخوك الدائم العهد لم اخن ان ابزاك خصم او نبا بك منزل

اور بیشک میں تمہارا بھائی ہوں اور ایسا بھائی جو اپنے عہد کا پائدار ہے۔ اگر تمہیں دشمن نے آلیا ہے یا مصیبت تم پر آپڑی ہے تو میں نے تیرے ساتھ خیانت نہیں کی (یعنی تجھ کو نہیں چھوڑا)

ہمسایہ کا احترام اور حفاظت ناموس ایک نمایاں وصف جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کی عزت و ناموس کا غایت درجہ

پاس و لحاظ رکھتے تھے اور اپنے ہمسایہ کی عزت و حرمت کی حفاظت اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے مرادف سمجھتے تھے۔ حالات بتاتے ہیں کہ جب اُن میں سے کوئی سفر پر جاتا اور اپنی بیوی کو گھر چھوڑ جاتا تو اسے اپنی عدم موجودگی میں بیوی کی عزت و عصمت کے محفوظ ہونے پر پورا اطمینان ہوتا تھا۔ اس لئے کہ اُسے اپنے پڑوسیوں کی حمایت کا یقین ہوتا تھا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

اغض طرفی حین انظر جارتی حتی یواری جارتی مأواھا

جب میں اپنی پڑوسن کو دیکھتا ہوں تو نظریں نیچی کر لیتا ہوں یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں پوشیدہ ہو جائے

فصاحت و زبان آوری زبان آوری کے میدان میں کوئی قوم عربوں کی حریف نہ تھی۔ ان کے کلام کے مطالعہ کے بعد ماننا پڑے گا کہ انھیں کو حق تھا کہ وہ اپنی طلاقتِ زبان اور حسنِ بیان پر فخر کریں اور دنیا کو عجم کہہ کے پکاریں۔ فنِ شاعری اور خطابت میں وہ دنیا کے امام و پیشوا ہیں۔ چنانچہ سحبان وائل اور قیس بن ساعدہ کی خطابت اور فصاحت و بلاغت آج بھی ضرب المثل ہے۔ جو عرب ہی کی پیداوار تھے۔ سبعہ معلقہ کے بے نظیر شعراء اسی خاکِ پاک عرب میں پیدا ہوئے جن کے ہم پایہ شعراء دنیا کے دوسرے حصوں میں آپ کو کم ملیں گے۔ اور جن کے سخن کی آب و تاب آج بھی دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔

چند کوتاہیاں یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اشیاء کے استعمال سے ان پر حسن و قبح کا حکم لگایا جاتا ہے۔ خلاقِ عالم نے دنیا کی تمام چیزیں انسانی مفاد کے لئے بنائیں۔ لیکن انسان بہتیری چیزوں کو اپنی تباہی کا ذریعہ بنا لیتا ہے تو وہی چیزیں، جو انتفاع کے لئے بنائی تھیں مضر اور تباہ کن ہو جاتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی صفات میں خیر کا پہلو رکھا ہے۔ لیکن ان کا بے محل و غلط استعمال شر بن جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو ملحوظ رکھ کر عربوں کے حالات و اوصاف کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ قدرت نے اُن کو جو محاسن اور خوبیاں ودیعت کی تھیں انھیں کے برتنے اور بروئے کار لانے میں وہ راہِ اعتدال سے منحرف ہو گئے تھے۔ شراب و کباب کی محفلیں گرم ہوتیں تو وہ اپنی دولت کو بے دریغ لٹاتے۔ اسی بے محل داد و ستد کو اسلام نے دوسرے صحیح پیرایہ میں بدل دیا اور موقع و محل متعین کر دیا۔ وصف وہی رہا۔ استعمال کا موقع بدل دیا گیا۔ قماربازی ان کی معاشرت کا جزو اعظم تھا۔ جو ان کے نزدیک فیاضی کا دوسرا نام تھا، اسلام نے قماربازی کے سیلاب کو ٹھیک سمت کی طرف پھیر دیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ مذہب نے فیاضی کو محمود و مستحسن قرار دیا اور موقع بدل دیا۔ اُسی طرح اُن کے تمام اوصاف میں، جو راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے تھے اور جن میں افراط و تفریط پائی جاتی تھی۔ اسلام نے اعتدال پیدا کیا اور اُن کے مستور جوہروں کو نمایاں کیا تو دنیا نے دیکھا کہ اسی گمنام سرزمین سے اور دنیا والوں کے نزدیک "نامہذب قوم" کے اندر اسلام کے طفیل میں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور ابوہریرہؓ، اور ابوذر غفاریؓ وغیرہ جیسی

جلیل القدر ہستیاں اور اعاظم رجال پیدا ہوئے ہیں۔

ہم نے عربوں کے محاسن کی ایک اجمالی تفصیل پیش کی ہے۔ ان خوبیوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے۔ تو آپ کا منصفانہ مطالعہ آپ سے کہلائے گا کہ ان محاسن اور محمود اوصاف کا عین تقاضا تھا کہ قرآن کا نزول جو تمام دنیا کے لئے یکساں ہدایت نامہ ہے۔ اول اول انھیں میں اور پھر اُن کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور اگر خدانخواستہ قرآن کی مخاطب اول کوئی ایسی قوم قرار پاتی جو ان اوصاف کی حامل نہ تھی تو اس عالمگیر دعوت کو وہ فروغ نہ ہوتا جو اسے چند دنوں میں نصیب ہوا۔

قرآن کا محل وقوع عرب کی بجائے اگر ہو سکتا تھا تو ایران و روم، اس لئے کہ اس وقت دنیا کی یہی دو بڑی قومیں تھیں۔ ان میں اگر کوئی قوم قرآن کی مخاطب اول قرار دی جاتی تو اتنی سرعت کے ساتھ یہ دعوت نہ پھیلتی اور شاید عالمگیر بھی نہ ہو سکتی۔ بدیں وجہ کہ اخلاقی اعتبار سے دونوں قومیں بہت پست تھیں۔ ان سے اعلیٰ اخلاق مفقود اور فطری خوبیاں رخصت ہو چکی تھیں، وہاں کے لوگ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک طرف بزم طرب کی رنگا رنگی تھی تو دوسری طرف ناز و نعم کی فراوانی، شجاعت، وہمت، عفت و قناعت اور اس طرح کے دوسرے محاسن ناپید تھے۔

انقلابات کا آپ نے مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انقلابی تحریک کو قبول کرنے اور پھر اسے پروان چڑھانے کے لئے جس جد وجہد، سرگرمی اور سرفروشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ایران و روم کی قومیں یکسر محروم تھیں کسی انقلابی تحریک کا قبول کرنا تو کجا اس کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح تھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں ان حالات میں اُن میں سے کوئی قوم بھی قرآن کی مخاطب اور حاملِ شریعت ہونے کی صلاحیت اور استحقاق رکھتی تھی؟

اسلام ایک تحریک ہے، اور انقلابی تحریک، اس کے لئے ضرورت تھی کہ اس کو چلانے والی ایک ایسی قوم ہو جو غبی اور بے احساس نہ ہو۔ بلکہ پُرجوش و جانباز ہو، اعلیٰ مقصد پر جان دینے کا جذبہ رکھتی ہو۔ اپنے نصب العین کو فروغ دینے کے لئے جان و مال کی قربانی دے سکتی ہو۔ اظہار حق میں بے باک ہو۔ ان تمام خوبیوں کی جامع اس وقت صرف ایک ہی قوم تھی۔ عرب کے ریگستانوں میں رہنے والی، اس لئے وہی مخاطب اول قرار پائی۔

مسلمانوں کو دعوتِ فکر

دنیا کی عظیم ترین دعوت جس کو امت کے افراد نے اپنی اولوالعزمی، اخلاقی زندگی، احساس عمل کے ذریعہ دنیا کے ہر خطہ میں پہنچایا۔ وہ امت ذرا اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھے کیا آج بھی وہ اپنے اسلاف کے محاسن سے آراستہ ہے اور ان اوصاف کی مالک ہے جو قرآنی نصب العین، اسلامی دعوت، اور پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کو فروغ دینے کے لئے ناگزیر ہیں؟ مسلمانوں کے حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے تو نظر آئیگا۔ کہ اس وقت رومیوں اور ایرانیوں کی وہ تمام خرابیاں،

کوتاہیاں اور خواہش پرستیاں مسلمانوں کے اندر پیدا ہو چکی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ شریعت حقہ کے امین اور قرآن کے مخاطب ہونے سے محروم رہیں۔ قرآن نے اخلاق و اوصاف حسنہ کا جو سبق دیا تھا۔ اس پر عمل پیرا ہو کر شتر بانی کی جگہ جہاں بانی ملی تھی۔ کیا وہ سبق مسلمانوں کو اب بھی یاد ہے اور اس سے عملی تعلق باقی ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہم نے عربوں کے فطری محاسن اور اخلاق کا پہلو زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش اس لئے کی ہے کہ لوگوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے کہ "چونکہ عرب کے لوگ اصول فطرت سے بیگانہ ہو چکے تھے اور وحشت و بربریت کی راہ پر گامزن تھے۔ اس وجہ سے ان کے اندر نبیِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے کہ ان کی جہالت و بیگانگی دور کی جا سکے" ورنہ اور بھی بہت سے ناگزیر اسباب تھے جن کا تقاضا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عرب ہی میں ہو۔

آئندہ ہم انھیں اسباب پر اجمالی تفصیل سے روشنی ڈالیں گے!! (باقی)

(بقیہ مضمون صفحہ ۶)

یہ جھوٹی حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔" اسی طرح امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام نسائیؒ، ابن مدینیؒ، ابن حبانؒ ابو حاتمؒ وغیرہ بہت سے محدثین نے اس پر جرحیں کی ہیں۔ اور اس کو ضعیف، متروک الحدیث، منکر الحدیث وغیرہ کہا ہے۔ دیکھو تہذیب التہذیب ص۴۶ ج۴

ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث بھی صحیح اور قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ لہذا اس سے بھی اس مدعا پر استدلال کرنا غلط اور باطل ہوا۔ اور ان دونوں دلیلوں سے بھی آنحضور کے لئے اشیاء کا کلی اور تفصیلی علم حاصل ہونے کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکا۔

رہا بعض رضاخانی مولویوں کا یہ کہنا کہ "فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہوتی ہیں" سو اس کا نہایت مفصل، محقق، اور دندان شکن جواب انشاء اللہ ہم آئندہ نمبر میں دیں گے۔

(باقی)

مستفتی:۔

جو صاحبان محدث میں فتوے بھیجتے ہیں ان کو چاہئے کہ جواب کیلئے جلدی نہ کیا کریں کیونکہ مفتی صاحب کو فرصت بہت کم رہتی ہے اور ہر فتوے کے ساتھ جواب کیلئے ٹکٹ آنے چاہئیں تاکہ اگر محدث میں شائع نہ ہو سکے تو قلمی جواب بذریعہ ڈاک بھیجد یا جائے۔ محدث میں ہر فتوی شائع نہیں ہوگا۔